تحریک آزادیٔ کشمیر اور دیوبندی علماء

۱۹۴۷ء۔۱۹۷۷ء

عبدالصمد پیرزادہ

قیام پاکستان کے بعد دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے مرکزی جمیعۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے سیاسی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ بعدازاں جمیعۃ علماء اسلام مغربی پاکستان اور جمیعۃ علماء اسلام پاکستان نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ جمیعۃ کے قائدین کی تقاریر، مختلف اجلاس میں منظور ہونے والی قراردادیں، قومی اسمبلی میں مسئلہ کشمیر اور خارجہ امور پر ہونے والی مباحث مقالے کی بنیاد ہیں۔ مقالے کا ماحصل یہ ہے کہ جمیعۃ کے سیاسی نقطۂ نظر میں اس مدت کے دوران مکمل یکسانیت پائی گئی کہ کشمیر کے تنازعے کا واحد حل وہاں کی آبادی کو استصواب رائے کا حق دینے میں مضمر ہے اور اس اصولی مؤقف سے ہٹ کر پاکستان اور بھارت کے مابین اس دیرینہ قضیے کا کوئی اور حل قابل عمل اور وادیٔ کشمیر کے باشندوں کے لئے قابل قبول نہیں اور نہ ہی ایسی کوشش اس خطے میں دیرینہ اور پائیدار امن کی ضمانت ثابت ہوسکتی ہے۔

قیام پاکستان سے قبل دیوبندی علماء، جمیعۃ علماء ہند اور کل ہند جمیعۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارموں سے سیاست میں حصہ لے رہے تھے[1]۔ آزادی کے فوراً بعد ہر دو تنظیموں کے ارکان کی اکثریت نے نوتشکیل شدہ مرکزی جمیعۃ علماء اسلام سے سیاسی عمل کا آغاز کیا جس کے صدر علامہ شبیر احمد عثمانی تھے۔

تقسیم ہند کے طے شدہ اصولوں کے مطابق کشمیر کا مسلم اکثریت کا علاقہ ہونے کے ناطے پاکستان کے ساتھ الحاق ہونا چاہئے تھا۔ اس کے پاکستان کے ساتھ جغرافیائی اتصال، اور مذہبی وثقافتی رشتے بھی تھے لیکن انگریزوں اور ہندوؤں کی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں کشمیر کے راجہ ھری سنگھ نے کلیدی کردار ادا کیا۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں کشمیر کے اس غیر منصفانہ الحاق کے باعث پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ ہوئی۔

اس جنگ کا مذہبی نقطۂ نظر سے جائزہ لینے کے بعد مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ رائے دی کہ یہ ''جہاد''

نہیں[2]۔ مولانا کی رائے تسلیم کرنے میں دیو بندی مکتب فکر سے مسلک بعض افراد نے اختلاف کیا اور نتیجۃً اس کی شرعی حیثیت واضح کرنے کے لئے ثناءاللہ خان اور بشیر احمد صدیقی نے علامہ شبیر احمد عثمانی سے یہ سوال کیا:

> کیا مملکت پاکستان کی حفاظت، درحمایت اور اس کی بقاء کی مقدور بھر کوشش کرنا اور کفار کے شر سے اس کو محفوظ رکھنا مسلمانوں پر واجب ہے اور کیا یہ فریضۂ حفاظت وحمایت ان مسلمانوں پر دوسروں سے زیادہ موکد ہے جو پاکستان یا اس کے متصل علاقوں میں آباد ہیں؟ اور کیا مسلمان کے لئے اس مملکت کو ضعف ونقصان پہنچانے کی کوشش کرنا حرام ہے؟ اور کیا پاکستان کی مخالفت اور اس کے دشمنوں کی اعانت اس مکاری سے جائز ہو سکتی ہے کہ پاکستان کے موجودہ ارکان سلطنت، اسلاف امت کے انداز وطریق سے مختلف ہیں اور یہ کہ انہوں نے اپنے ملک میں ابھی تک احکام شرعیہ نافذ نہیں کئے۔ نیز اپنے اعمال وافعال کی اصلاح میں غفلت یالاپروائی برتتے ہیں[3]۔

علامہ عثمانی نے مسئلے کا قرآن، سنت نبویؐ اور دیگر اسلامی علوم کی روشنی میں جائزہ لینے کے بعد اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے کہا:

> بلاشک وشبہ پاکستان اور اس کے متصل علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں پر اور ان اسلامی سلطنتوں پر جو پاکستان کے متصل ہیں، پاکستان کی حفاظت اور دشمنوں کا دفاع فرض عین ہے جیسے نماز روزہ وغیرہ اور ان کے علاوہ تمام ممالک کے مسلمانوں پر فرض کفایہ[4]۔

علامہ عثمانی کے فتوے کی سعودی عرب بشمول مکہ، مدینہ منورہ اور نجد، مصر، شام، فلسطین، مراکش، الجزائر، سوڈان، مسقط، عراق اور اردن کے علماء نے تائید کی[5]۔ تاہم مولانا مودودی نے علامہ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور بالآخر دونوں کے مابین خطوط کا تبادلہ ہوا۔

علامہ عثمانی کا استدلال یہ تھا کہ اسلام کی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو کسی قوم (مراد غیر مسلم) سے معائدہ نہ کرو۔ اگر معائدہ کرتے ہو تو پھر پوری ایمانداری کے ساتھ اس کی پابندی کرو اور جب دیکھو کہ فریق ثانی اپنے معائدے کی خلاف ورزی کرر ہا ہے تو اس معاہدے کو کھلم کھلا اس کے منہ پر مار دو پھر تم آزاد ہو کہ اس کے خلاف جو کاروائی چاہو کرو[6]۔

چونکہ بھارت جوناگڑھ پر قبضہ کر کے اور مسلمانوں کے قتل عام کے ذریعے اس معائدے کی خلاف ورزی کر چکا ہے اس لئے اب معاہدے کی روح ساقط ہو چکی ہے[7]۔ مزید برآں پاکستان کا کشمیر کمیشن کے سامنے یہ اعتراف کہ اس کی فوجیں جنگ میں حصہ لے رہی ہیں اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ معائدہ باقی نہیں رہا[8]۔

مولانا مودودی کی رائے میں جنگ کشمیر کو جہاد قرار دینا اس اعتبار سے درست نہیں تھا کہ اولاً جونا گڑھ پر غاصبانہ قبضے کے باوجود پاکستان کے بھارت کے ساتھ سفارتی تعلقات بھی رہے۔ لین دین اور خرید وفروخت کے معاملات بھی طے ہوتے رہے اور اپریل ۱۹۴۸ء میں میثاقِ کلکتہ پر ان واقعات کے بعد دستخط بھی کئے گئے۔ پھر ان معاہدانہ تعلقات کو برقرار رکھتے ہوئے تجارتی سمجھوتوں کے ذریعے کوئلہ، شکر، کپڑا اور دوسری چیزیں جو ہندوستان سے مسلسل منگوائی جارہی ہیں ان کو پاکستان کی آبادی قبول بھی کر رہی ہے[9]۔ اندریں حالات معاہدات کو توڑا جانا کیسے درست ہے۔ مولانا مودودی نے علامہ عثمانی کے کشمیر کمیشن کے روبرو پاکتان کے جنگ میں شرکت سے متعلق درج بالا اعتراف کو در نہیں کیا[10]۔ مگر بعد ازاں محض اس بنیاد پر کشمیر کی جنگ کے جہاد ہونے سے متعلق رائے سے اتفاق کرلیا[11]۔

علامہ عثمانی کے فتوے کے تسلسل میں ایک اور فتویٰ لاہور سے جاری ہوا جس پر مولانا میرک شاہ اندرابی، مولانا احمد علی لاہوری، صدر انجمن خدام الدین، مولانا مفتی محمد حسن، مہتمم جامع اشرفیہ، مولانا نورالحسن، مہتمم تنظیم اہل سنت اور مولانا سید محمد احمد خطیب جامع مسجد وزیر خان نے اس رائے سے اتفاق کیا کہ کشمیر کی موجودہ جنگ میں جہاں کمزور مسلمان مرد، عورتیں اور بچے کفار سے عاجز ہوکر فریاد کر رہے ہیں ان کی رہائی اور اسلام کے اعزاز اور فتنۂ کفر کے استیصال کے لئے باقاعدہ امارت کے ماتحت ایک باقاعدہ اسلامی فوج جنگ کررہی ہے۔ لہٰذا اس کے جہاد شرعی ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں[12]۔ اس فتوے پر اہل سنت مکتب فکر کے ممتاز عالم دین مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری نے بھی دستخط کئے۔

مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنے کے لئے علامہ عثمانی نے اپنی تقاریر میں اس کو خصوصی موضوع بحث بنایا تا کہ نہ صرف اس کی طرف حکومت کی توجہ مبذول کروائی جائے بلکہ عامۃ الناس کشمیری مسلمانوں کے ساتھ اپنی ہر طرح سے معاونت اور یک جہتی کا سلسلہ اور مضبوط بنا سکیں۔ عیدالفطر (۱۳۶۸ھ) کے موقع پر اپنے خطبے میں علامہ نے کہا:

> ہماری کوشش یہی ہے کہ یہ نازک مسئلہ ناخن تدبیر سے سلجھ جائے لیکن اگر گرہ آسانی سے نہ کھل سکے تو پھر اسے کھینچ کر توڑ دیا جائے تالا اگر چابی سے نہ کھل سکے تو پھر ہتھوڑے سے اسے توڑنا ہی پڑتا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ عالم اسلام کا مسئلہ ہے۔ اگر ضرورت پیش آئے اور استصواب رائے میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں تو پھر آخری صورت جہاد ہی کی ہے۔ ہمیں ہر قیمت پر کشمیر کو اسلام اور پاکستان کے لئے حاصل کرنا ہے۔۔۔۔(کشمیری بھائی) ہمارا خون اور گوشت ہیں۔ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ جلد سے جلد ہم اپنے کشمیری بھائیوں کو استبداد سے نجات دلائیں اور کشمیر کو پاکستان کے لئے حاصل کریں۔ کشمیر کے بغیر پاکستان کی سلامتی خطرہ میں ہے[13]۔

انہی خیالات کا اظہار علامہ نے مرکزی جمیعۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام ڈھاکہ میں منعقد ہونے والی کانفرنس (۹۔۱۰ فروری ۱۹۴۹ء) میں کیا اور اس مسئلے کے فوری حل کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کروائی [۱۴]۔ کشمیر کی آزادی سے متعلق خیالات کا اظہار کرتے ہوئے علامہ نے مرکزی قانون ساز اسمبلی کے پلیٹ فارم پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ علامہ کی تجویز پر ایک کشمیر کمیٹی بھی تشکیل دی گئی تاکہ اس تنازعے کے حل میں مدد دی جاسکے اور مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کی حالت بہتر بنائی جاسکے۔ اس کمیٹی کے صدر ڈی ایم ملک اور سیکرٹری غلام محمد تھے۔

علامہ عثمانی کے انتقال کے بعد کے ادوار میں جنوبی ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ان میں پاکستان کی روس مخالف اور مغرب نواز SEATO اور CENTO میں شرکت اور ۱۹۵۶ء میں صدر ناصر کی انقلابی حکومت کی طرف سے نہر سویز کو قومی ملکیت میں لینے جیسے اہم فیصلے شامل تھے۔ ان دونوں واقعات کے پاکستان کی داخلی سیاست پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ قیام پاکستان سے قبل جمیعۃ علماء ہند اور کل ہند جمیعۃ علماء اسلام کی قیادت نے انگریزوں کے بے پناہ مظالم برداشت کئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دیوبندی علماء پاکستان کی ان معائدوں میں شرکت کے پرزور مخالف تھے اور وہ مغربی ممالک کے استعماری عزائم کی پرزور مذمت کررہے تھے۔ چنانچہ جب مصر نے نہر سویز کو قومی تحویل میں لیا تو اسرائیل، فرانس اور برطانیہ نے مصر پر حملہ کردیا۔ اس واقعے پر جمیعۃ علماء اسلام کی قیادت نے پاکستان کی مغرب نواز خارجہ پالیسی کو ہدف تنقید بنایا۔

چنانچہ نو تنظیم شدہ مرکزی جمیعت علماء اسلام مغربی پاکستان نے اپنے تاسیسی اجلاس منعقدہ ملتان (۱۹۵۶ء) میں مصر کی حمایت میں ایک قرارداد منظور کی۔ بعدازاں صدر ناصر اور وزیر اعظم پاکستان حسین شہید سہروردی کے مابین اس ضمن میں جو خطوط کا تبادلہ ہوا اس میں صدر ناصر نے لکھا کہ ''مصر کے لئے سویز اتنی ہی اہم ہے جتنا کشمیر ہندوستان کو'' [۱۵]۔ قومی اسمبلی میں خارجہ حکمت عملی پر بحث کرتے ہوئے مفتی محمود (جمیعۃ کے صف اول کے رہنما ۱۹۶۲ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے) نے کہا کہ یہ معائدے پاکستان کو مغربی استعمار کے زیر اثر کرنے کی سازش ہے [۱۶]۔ مارچ ۱۹۶۴ء میں مصر کی قدیم درسگاہ جامعۃ الازھر نے اپنے ذیلی ادارے مجمع البحوث الاسلامیہ کے زیر اہتمام ایک عالمی مؤتمر منعقد کی۔ اگرچہ اس مؤتمر کے مقاصد علمی اور دینی تھے مگر ملت مسلمہ کو درپیش مسائل بھی زیر بحث لائے گئے۔ مؤتمر میں بیالیس بلاد اسلامیہ کے وفود نے شرکت کی۔ مؤتمر میں پاکستان کی طرف سے مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، علامہ سید محمد یوسف بنوری اور مولانا تاج الاسلام پر مشتمل وفد شریک ہوا۔ وفد نے اخباری نمائندوں کے سامنے کشمیر اور ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت زار بیان کی۔ علامہ بنوری نے کہا ''جس طرح فلسطین کا مسئلہ تمام عالم اسلام کا مسئلہ ہے ٹھیک اسی طرح کشمیر کا قضیہ تمام عالم اسلام کا مسئلہ ہے۔ چالیس لاکھ مسلمان کشمیر میں

ایک ظالم، بے رحم حکومت کے پنجۂ استبداد کے نیچے کراہ رہے ہیں"[17]۔ مولانا ہزاروی نے کہا کہ فلسطین اور کشمیر کے مسائل ایک ہی طرح کے مسائل ہیں۔ یہاں یہود ظلم کررہے ہیں وہاں ہنود۔ یہاں ایک دریا، دریائے اردن کا رخ پھیرا جارہا اور کشمیر میں پاکستان کے چھ دریاؤں کا رخ پھیرنے کا خطرہ ہے[18]۔ نیز کشمیر کے چالیس لاکھ مسلمانوں کے علاوہ ہندوستان بھر میں چھ کروڑ اہل اسلام ظلم وستم کے تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں[19]۔ پاکستانی وفد کے ارکان کی تقاریر سے مؤتمر کے شرکاء کو کشمیر میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں سے آگہی حاصل ہوئی۔

۱۹۶۵ء کے اوائل میں حکومت مصر نے جامعۃ الازہر میں مؤتمر کا دوسرا اجلاس منعقد کیا۔ مولانا ہزاروی اور مفتی محمود کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ ایک مرتبہ پھر مفتی محمود اور مولانا ہزاروی نے کشمیر کے مسئلے سے متعلق مؤتمر کے شرکاء کو آگاہ کیا اور عالم اسلام کی طرف سے اس مسئلے کے جلد حل کی طرف اجتماعی کوششیں کرنے کی طرف توجہ مبذول کرائی[20]۔ ۱۹۶۶ء میں مؤتمر کا تیسرا اجلاس منعقد ہوا۔ اس مرتبہ مولانا بنوری اور مفتی محمود نے شرکت کی۔ اپنی تقاریر میں ہر دو رہنماؤں نے کشمیر کی تازہ ترین صورت حال کا ذکر کیا۔ مؤتمر کے آخری اجلاس میں مؤتمر میں شریک بھارت کے مندوب عبدالوہاب بخاری نے اس بات کی تردید کی کہ "کشمیر میں مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں۔ وہاں سب مسلمان بہت راحت وآسائش سے ہیں۔ لہذا فلسطین کے ساتھ مسئلہ کشمیر کو تشبیہ دینا ظلم ہے"[21]۔ مولانا بنوری کے مطابق یہ بیان مصری اخبارات نے شائع نہیں کیا اور یوں اس کی تردید کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی جبکہ پاکستان کے وفد کی جملہ تقاریر تقسیم بھی ہوئیں اور مصری اخبارات میں شائع بھی ہوئیں[22]۔

۱۹۶۲ء میں جب امریکہ نے بھارت کو بڑے پیمانے پر ہتھیار فراہم کئے تو قومی اسمبلی میں اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی محمود نے کہا کہ ہندوستان کے ساتھ تعلقات کے پس منظر میں کشمیر، حیدرآباد اور جوناگڑھ کے مسائل کو مدنظر رکھا جائے اور بھارت کے جارحانہ طرزعمل کا خصوصیت کے ساتھ نوٹس لیا جائے[23]۔ کشمیر کی آزادی کے لئے (۱۹۴۸ء میں) اپنا خون بہانے والے افغانستان اور پاکستان کے مشترکہ شہریوں/ پاوندوں کا ذکر کرتے ہوئے مفتی محمود نے کہا کہ اس آزمائش کی گھڑی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والے پاوندوں کو رہائش کے لئے قطعات اراضی دیئے جائیں[24]۔

ستمبر ۱۹۶۵ء میں بھارت کے پاکستان پر حملے کے بعد امیر جمعیۃ مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے کارکنوں کو حکم دیا کہ وہ مجاہدین کشمیر کی ہر قسم کی امداد کریں۔ مولانا نے حکومت کو جمعیۃ کے کارکنوں اور سرحدی قبائل کے لاکھوں جنگجو سپاہیوں کی خدمات پیش کیں۔ مولانا ہزاروی نے جہاد کشمیر میں شریک مسلمانوں کی امداد کو وقت کا اولین فریضہ قرار دیا اور کہا کہ "جنگ کشمیر ہماری موت وحیات کا مسئلہ ہے"[25]۔ جمعیۃ کے قائدین نے جہاد کشمیر میں مسلمانوں کی زیادہ سے

زیادہ شرکت کو یقینی بنانے کے لئے ملک کے طول وعرض کے دورے کئے۔ جمعیۃ نے اس کے ساتھ دفاعی فنڈ بھی قائم کر دیا جس میں رقوم اور ضروریات روزمرہ جمع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا تاکہ کشمیری مہاجرین کی امداد کی جاسکے۔ جمعیۃ کی طرف سے میرپور، باغ اور راولاکوٹ کے مقامات پر مہاجرین کے لئے امدادی کیمپ کھولے گئے۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد بھارت کے کشمیری مسلمانوں کے ساتھ زیادتیوں پر جمعیۃ کے ترجمان ہفت روزہ ''ترجمان اسلام''، لاہور نے ایک ادارتی نوٹ لکھا جس میں کہا گیا کہ کشمیر سے مسلمانوں کے جبری اخراج کی جو وسیع مہم بھارے نے شروع کر رکھی ہے اس سے کشمیر کا مسئلہ نہایت نازک صورت اختیار کر گیا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اس مسئلے کا حل ڈھونڈنے سے اور طویل مدت گزر جانے کا اندیشہ ہے اور اس دوران مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں پر جو کچھ بیت جائے گی اس کی تلافی کا کوئی امکان باقی نہیں رہ جائے گا۔ بھارت کی خطرناک کارروائیوں سے بالکل ظاہر ہے کہ وہ وقت کو طول دے کر اور پاکستان کی سرحدوں پر خطرہ باقی رکھ کر کشمیر کی مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دینا چاہتا ہے تاکہ آئندہ چل کر اسے استصواب رائے پر مجبور ہونا پڑے تو وہ استصواب رائے کے نتائج اپنے حق میں برآمد کرا سکے۔ حالات کی اس رفتار کو روکنے کی شدید ضرورت ہے [۲۶]۔

ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام مولانا ہزاروی نے صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو اپنے ایک تار میں کہا کہ ''کشمیر میں رائے شماری کے بغیر (بھارت سے) سمجھوتہ بے فائدہ ہوگا۔ جمعیۃ علماء اسلام اور سارا ملک آپ کے ساتھ ہے'' [۲۷]۔ جنگ کے اختتام پر پاکستان اور بھارت نے تاشقند میں ایک مشترکہ اعلامیے پر دستخط کئے۔ مذاکرات میں مسئلہ کشمیر کا ذکر بھی ہوا۔ جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ نے معاہدہ تاشقند پر اپنے اجلاس منعقدہ لاہور (۷ فروری ۱۹۶۶ء) میں غور کیا اور معاہدے کو مندرجہ ذیل وجوہ کی بنیاد پر مسلمانان پاکستان کی خواہشات کا آئینہ دار قرار نہیں دیا اور بھارت سے وضاحت طلب کرنے کا مطالبہ کیا کہ:

۱۔ بھارت تین ماہ کے اندر مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی جنوری ۱۹۴۹ء کی قرارداد کے مطابق حل کرے یا پھر پاکستان اور بھارت کے نمائندوں اور کشمیری راہنماؤں (شیخ محمد عبداللہ، چودھری غلام عباس، میر واعظ محمد یوسف) پر مشتمل متحدہ کشمیر کمیشن کے قیام کا اعلان کر دے جو تنازعہ کشمیر کو پرامن طور پر حل کر دے۔

۲۔ شیخ محمد عبداللہ، دوسرے مسلمان کشمیری راہنماؤں کو فوراً رہا کر دے اور وہاں کے عام مسلمانوں کو آزادئ تقریر وتحریر کی ضمانت دے۔

۳۔ ہندوستان کے مسلمانوں پر عام طور پر کئے جانے والے مسلسل مظالم کا خاتمہ کر دے تاکہ اس کے بعد

دونوں ملکوں کے اچھے تعلقات قائم ہونے میں مدد ملے[۲۸]۔

اجلاس نے اعلان تاشقند پر اپنی تشویش کا اظہار درج ذیل قرارداد میں کیا:

> تاشقند کانفرنس سے پہلے ہمارے صدر صاحب مسئلہ کشمیر کی اہمیت کے بارے میں بار بار اعلان کر چکے تھے اور ہمارے وزیر خارجہ جناب بھٹو صاحب نے بار بار پاکستانی عوام کے جذبات کا اعلان ان الفاظ میں کیا کہ ہم ہزار سال تک جنگ جاری رکھیں گے۔ دوسری طرف روسی حکومت کی آزادی پسندی، عوام دوستی اور استعمار دشمنی سے یہ امید تھی کہ وہ کشمیر کے حق خودارادیت کی حمایت کرے گا۔ پاکستان میں اعلان تاشقند کے خلاف محض اسی وجہ سے مایوسی و اضطراب کی لہر دوڑی کہ کشمیر میں رائے شماری یا حق خودارادیت تو کجا اس میں کشمیر کے بارے میں کوئی رسمی اعلان یا تجویز نہ تھی اور یہ بات ہمارے اعلانات وعزائم کے بالکل خلاف تھی جس سے مسئلہ کشمیر کے حل میں غیر معمولی التواء ہوگیا[۲۹]۔

اس اجلاس میں ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام آزاد کشمیر، باغ ضلع پونچھ مولانا امیر الزمان نے بھی شرکت کی۔ مولانا شوریٰ کے رکن نہیں تھے۔ انہیں امیر جمعیۃ کی خصوصی دعوت پر اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی[۳۰]۔

مفتی محمود نے ستمبر ۱۹۶۵ء میں بھارت کے پاکستان پر حملے کو امریکی پشت پناہی سے تعبیر کیا[۳۱]۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے بھی اسی مؤقف کا اظہار کیا۔ جمعیۃ کے قائدین کے مؤقف سے قبل معروف برطانوی فلسفی لارڈ برٹینڈ رسل نے بھی ایسی ہی رائے پیش کی تھی۔ وزیر خارجہ پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے نام اپنے خط میں انہوں نے لکھا:

> The United States contrived the attack on Pakistan through the Central Intelligence Agency..... The integration of kashmir into India would enable the United States to extend its military encirclement of China. It is clear that the Indian army would not have moved without American approval. In effect by cutting of arms (to Pakistan) after the fighting, the West has helped India.[۳۲]-

جمعیۃ علماء اسلام کی تحریک آزادی کشمیر کی خدمات کا اعتراف صدر آزاد جموں وکشمیر عبدالحمید خان نے اپنے خط مورخہ ۴ جنوری ۱۹۶۶ء میں کیا جو انہوں نے مولانا ہزاروی ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے نام تحریر کیا[۳۳]۔ دیوبندی علماء نے معاہدہ تاشقند پر اپنی ناپسندیدگی کے اظہار کا سلسلہ جاری رکھا اور مسئلہ کشمیر کے فوری حل کے لئے آواز بلند کرتے رہے۔ ۳-۵ مئی ۱۹۶۸ء کو بیرون باغ، موچی دروازہ لاہور میں ناظم عمومی جمعیۃ مفتی محمود نے کل

پاکستان جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''معائدہ تاشقند کی رو سے ایک دوسرے کے خلاف ہر قسم کا پروپیگنڈہ بند کرنے کا عہد کیا گیا۔ اس کے باوجود بھارت میں مسلمانوں پر بے تحاشہ مظالم ہو رہے ہیں۔ کشمیری مسلمان قید و بند کی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ ان حالات میں اعلانِ تاشقند کی رو سے ''بھارت کے مظالم کے خلاف احتجاج نہ کرنا اور خاموش بیٹھ جانا وہ بدترین جرم ہے جس کی کوئی باغیرت قوم مرتکب نہیں ہو سکتی''[۳۴]۔ مفتی صاحب نے کہا کہ اس معائدے میں کہا گیا تھا کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کریں گے جبکہ بھارت کے لیڈر برابر کہے جا رہے ہیں کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے اور کشمیر کا مسئلہ بھارت کا اندرونی معاملہ ہے''[۳۵]۔

۱۹۶۹ء کے اوائل میں آزاد جموں و کشمیر کے سابق صدر اور جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے مرکزی قائد سردار عبدالقیوم خان نے جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے دفتر واقع لاہور کا دورہ کیا اور وہاں موجود کارکنوں کو مسئلہ کشمیر کی سنگین صورت حال سے آگاہ کیا[۳۶]۔ معائدہ تاشقند سے جنم لینے والی نفرت نے بالآخر ایوب خان کے اقتدار کا خاتمہ کیا اور جنرل یحییٰ خان نے اقتدار سنبھال لیا۔ جنرل یحییٰ خان کے عہد میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ۱۹۷۰ء میں انتخابات منعقد ہوئے۔ ان انتخابات کے لئے اپنے منشور میں جمعیۃ علماء اسلام نے کشمیر کی آزادی کو اپنی مجوزہ خارجہ پالیسی کا بنیادی ستون قرار دیا[۳۷]۔ ان انتخابات کے بعد سقوط مشرقی پاکستان ہوا اور بھارت میں موجود جنگی قیدیوں کی رہائی اور دیگر باہمی معاملات بشمول مسئلہ کشمیر، شملہ معاہدہ ہوا۔ بھارت کے ساتھ ہونے والے اس معاہدے کو جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں منظوری کے لئے پیش کیا گیا تو مفتی محمود نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے قومی امنگوں کے برعکس قرار دیا۔ خصوصاً اس کی اس شق کو کہ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں پیش نہیں کیا جائے گا۔ تاہم اس وقت کی نزاکت کے پیش نظر شملہ معاہدہ منظور کرنے کی حمایت کی[۳۸]۔

معاہدہ تاشقند کے بعد عملاً مسئلہ کشمیر عدم توجہی کا شکار ہو چکا تھا مگر دیوبندی علماء کی سیاسی قیادت نے اسے زندہ رکھنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ جولائی ۱۹۷۱ء کے اواخر میں مولانا غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود نے مصر اور دیگر عرب ممالک کا دورہ کیا۔ قاہرہ میں صحافیوں سے اپنی بات چیت میں مفتی محمود نے بھارت کی طرف سے پاکستان پر حملے کا ذکر کرتے ہوئے اسے کشمیر پر بھارت کے قبضے کی توسیعی شکل قرار دیا[۳۹]۔ ۱۹۷۴ء میں لاہور میں سہ روزہ اسلامی سربراہی کانفرنس کے ایجنڈے میں مسئلہ کشمیر کو شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔ اپنے ''مسئلہ کشمیر اور مسلم سربراہ کانفرنس'' عنوان کے اداریے مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۷۴ء میں ترجمان اسلام نے لکھا:

ہم عالم اسلام کے رہنماؤں سے درخواست کرتے ہیں کہ کشمیر کے ۴۰ لاکھ مسلمان بھائیوں کو بے یقینی

کی اس کیفیت سے نجات دلائیں اور ان کو حق خود ارادیت سے بہرہ ور کرنے کے لئے اپنا پورا اثر و رسوخ استعمال کریں تا کہ کشمیر کے مسلمان بھی عالم اسلام کے اتحاد کی مقدس جدو جہد میں اپنا رول ادا کر سکیں اور پاکستان پہلے سے زیادہ توانائی اور استحکام کے ساتھ عالم اسلام کے تعمیری مشن میں شریک ہو سکے۔

تاہم سربراہی کانفرنس کسی قرارداد کی منظوری کے بغیر ختم ہوگئی۔ اپنی تقاریر میں مسلم رہنماؤں نے

۱۔ امپیریلزم اور کمیونزم کے جواب میں اسلام کا ذکر کیا۔

۲۔ دو بڑے بلاکوں کے تسلط سے آزاد تیسری دنیا کا تصور پیش کیا۔

۳۔ ملت اسلامیہ کی عظمت رفتہ کی بحالی کا عزم کیا۔

۴۔ اتحاد و اخوت کی منزل کی جانب گامزن ہونے کے جذبے کا اظہار اور

۵۔ مظلوم اقوام اور ممالک کی حمایت کا اعلان کیا۔

ترجمان اسلام نے اس اعلان کو حوصلہ افزا قرار دیا اور ملت اسلامیہ سے عالمی مسائل پر معقول توجہ دینے کی ضرورت کا احساس دلایا۔ اپنے اداریے بعنوان ''تصویر کا دوسرا رخ'' مورخہ ۸ مارچ ۱۹۷۴ء جمعیۃ کے ترجمان نے اس پر یوں تبصرہ کیا:

مسئلہ کشمیر بھی فلسطین کی طرح لاکھوں مسلمانوں کی مظلومیت کا مسئلہ ہے۔ کانفرنس کے ایجنڈے اور اعلانات میں اس کی عدم موجودگی، عالمی سطح پر بہت سی غلط فہمیوں کا باعث بن سکتی ہے۔ اگر مسلمان قائدین دنیا بھر کی مظلوم اقوام کے زمرے میں کشمیر کے ۶۰ لاکھ مسلمانوں کو بھی شامل سمجھ لیتے تو یہ بات ان مظلوموں کے قافلۂ حریت کے لئے حدی کا کام دے سکتی تھی۔

کشمیر کی آزادی کی تحریک پر مسلم سربراہ کانفرنس کے ممکنہ منفی اثرات کے پس منظر میں جمعیۃ کی مرکزی شوریٰ نے درج ذیل قرارداد منظور کی:

یہ اجلاس آزاد کشمیر میں پاکستان پیپلز پارٹی کے قیام کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہ خدشہ محسوس کرتا ہے کہ شملہ کانفرنس (معائدہ) میں کشمیر کا سودا کر دیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہوا ہے تو یہ اجلاس اس کی سخت مذمت کرتا ہے اور واضح کر دینا چاہتا ہے کہ ایسی کسی سازش کو برداشت نہیں کیا جائے گا اور جمعیۃ سر دھڑ کی بازی لگا کر کشمیریوں کو حق خود ارادیت دلا کر رہے گی[۴۰]۔

تحریک آزادی کشمیر کو بین الاقوامی اور بین الاسلامی سطح پر از سرِ نو منظم کرنے کے لئے صدر آزاد جموں و

کشمیر و چیئرمین مرکزی کمیٹی آل پاکستان کشمیر کانفرنس سردار عبدالقیوم خان نے ترجمان اسلام کے مدیر کے نام ایک تفصیلی خط بھی لکھا[۴۱]۔ ذوالفقار علی بھٹو کے عہدِ وزارت عظمیٰ کے دوران ۱۹۷۷ء میں ہونے والے انتخابات میں حصہ لینے کے لئے حزب اختلاف کی جماعتوں نے پاکستان قومی اتحاد بنایا۔ اس میں جمعیۃ علماء اسلام کا ایک گروپ شامل تھا جس کی قیادت مفتی محمود کر رہے تھے۔ اتحاد نے اپنے منشور میں کشمیریوں کو حقِ خودارادیت دلوانے کے لئے بھرپور کوششیں کرنے کے عزم کو شامل کیا گیا اور اس بات کی تصریح کی گئی کہ اتحاد کے ارکان اس اصول سے متصادم جملہ معاہدات کو رد کرتے ہیں[۴۲]۔ جمعیۃ کے دوسرے دھڑے جس کی قیادت مولانا غلام غوث ہزاروی کر رہے تھے نے بھی برسر اقتدار آنے پر کشمیری عوام کی آزادی کی جدوجہد میں ان کی مناسب امداد کرنے کی تجویز اپنے منشور میں شامل کی[۴۳]۔

مندرجہ بالا سیاسی تحریک کے علاوہ کچھ عرصہ تک جمعیۃ علماء اسلام نے کشمیر کی آزادی کے لئے جہاد کا نعرہ بھی بلند کیا۔ صدر پاکستان محمد ایوب خان کے نام اپنے خط میں مولانا ہزاروی نے جہاد کشمیر کے لئے قائد جمعیۃ مفتی محمود اور مولانا شیر محمد بلوچ سابق امیر جمعیۃ علماء اسلام سکھر کی طرف سے دولاکھ رضا کاروں کی خدمات پیش کیں[۴۴]۔ ۲۸۔۲۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو جمعیۃ کے مرکزی اجلاس منعقدہ لاہور میں درج ذیل قرارداد منظور کی گئی:

> جمعیۃ علماء اسلام مرکزیہ کا یہ اجلاس کشمیر کے سلسلہ میں بھارت کی ضد و انتہائی ہٹ دھرمی کو مساعیِ امنِ عالم اور آزادی اقوام کے اصول کے خلاف تصور کرتا اور اہل کشمیر کے جذبۂ جہاد کی قدر کرتے ہوئے ان کو یقین دلاتا ہے کہ مسلمانان پاکستان ان کی آزادی کے لئے پوری قربانی دینے کو تیار ہیں۔ نیز یہ اجلاس حکومت پاکستان کو جمعیۃ علماء اسلام کی اس رائے سے آگاہ کرتا ہے کہ مسئلہ کشمیر کا حل صرف جہاد میں ہے جس کے لئے تمام مسلمان آبادی کو تیار کرنا ضروری ہے۔ اس اجلاس کی رائے میں کشمیری مظلومین کی حمایت اور بھارتی استعمار سے ان کو آزاد کرانا حکومت پاکستان اور پاکستانی مسلمانوں کا اہم ترین فریضہ ہے اور جمعیۃ اپنی اس پیشکش کا اعادہ کرتی ہے جو حضرت مولانا مفتی محمود کی وساطت سے ایک لاکھ رضا کار دینے کا ارشاد فرمایا تھا[۴۵]۔

جہاد کشمیر کے سلسلے میں جمعیۃ کے ارکان علماء نے تقاریر بھی کیں۔ مگر مستقلاً جہاد کشمیر جمعیۃ کے سیاسی پروگرام کا حصہ نہ بن سکا۔

تنظیمی پہلو سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے تاسیسی اجلاس منعقدہ خان محمد بہرام بلڈنگ ملتان بتاریخ ۷۔۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں آزاد جموں و کشمیر سے کوئی نمائندہ شریک نہیں ہوا۔ تاہم

قواعد وضوابط میں "آزاد کشمیر" کی علاقائی جمعیۃ کا ذکر موجود تھا[۴۶]۔ ۱۹۵۶ء میں اور ۱۹۶۲ء کے دساتیر (جمعیۃ) میں یہ صورت حال جاری رکھی گئی[۴۷]۔ تاہم ۱۹۶۷ء میں آزاد کشمیر کے علاقے کے لئے ایک جداگانہ تنظیم کا اصول متعین کر دیا گیا[۴۸]۔ ۱۹۶۸ء میں منظور ہونے والے دستور میں یہ جداگانہ شق بھی ختم کر دی گئی[۴۹]۔ ادھر جمعیۃ علماء و آزاد جموں و کشمیر ۱۹۷۰ء کی دھائی سے دیوبندی مسلک کے علماء کی سیاسی تنظیم کے طور پر کام کرتی رہی ہے۔ اس کے ناظم اعلیٰ مولانا امیر الزمان خان کی نگارشات اور ان کی سیاسی سرگرمیاں ترجمان اسلام میں چھپتی رہی ہیں[۵۰]۔ مولانا نے جمعیۃ علماء آزاد جموں وکشمیر کے قائدین کی ایک طویل فہرست بھی مرتب کی ہے[۵۱]۔ تاہم راقم الحروف کو جمعیۃ علماء آزاد جموں وکشمیر کی سیاسی سرگرمیوں سے متعلق کوئی مصدقہ تاریخی مواد دستیاب نہیں ہو سکا۔

تجزیہ :

دیوبندی علماء کی کشمیر کی آزادی سے متعلق کوششوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک اس مسئلے کے حل کے لئے حقیقت پسندانہ انداز سے توجہ دینا ان کی فہم وفراست کی بین ثبوت ہے۔ اگر چہ جمعیۃ کی قیادت کسی بھی دور میں اس پوزیشن میں نہیں تھی کہ اپنی سیاسی تحریک کو عملی جامہ پہنا سکے۔ لیکن اس کے باوجود ایک گاؤں سے لے کر قومی اسمبلی کے ایوان اور بین الاقوامی سطح پر اس کے کارکنوں اور رہنماؤں نے کشمیری مسلمانوں کے اصولی مؤقف کو کامیابی سے ہم کنار کروانے کے لئے حتی المقدور سعی کی۔ جمعیۃ نے کشمیر کی آزادی کے لئے جہاد کا نعرہ بھی بلند کیا۔ جمعیۃ کی سوچ کا مرکزی زاویہ یہی رہا کہ پاکستان جس قدر مظبوط ہوگا اس مسئلے کا حل اسی سرعت کے ساتھ ممکن ہوگا اور اہالیان کشمیر کی مشکلات ختم ہو سکیں گی۔

حوالہ جات

۱۔ ایچ بی خان، برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء وسید عبدالصمد پیرزادہ، علامہ شبیر احمد عثمانی اور تحریک پاکستان فکر ونظر، اسلام آباد، جلد ۲۶، شمارہ ۴، اپریل۔ جون ۱۹۸۹ء ؛

Ishtiaq Hussain Qureshi, *Ulema in Politics,* Karachi, 1972.

Ziaul Hasan Faruqi, *The Deoband School and the Demand for Pakistan*, Bombay, 1963.

Sayyid A.S. Pirzada, "The Demand for Pakistan and the Ulama and Mashaikh", *Hamdard Islamica,* Vol. XVIII, Winter, 1995, No. 4.

۲۔ پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی خطبات عثمانی، لاہور، ۱۹۷۲ء، ۲۵۲۔۲۵۵۔

۳۔ ایضاً، ۲۴۴۔۲۴۵۔

۴۔ ایضاً، ۲۴۵۔۲۴۷۔

۵۔ ایضاً، ۲۶۰۔

۶۔ ایضاً، ۲۴۹۔

۷۔ ایضاً، ۲۴۹۔۲۵۱۔

۸۔ ایضاً، ۲۵۵۔۲۵۷۔

۹۔ ایضاً، ۲۵۲۔۲۵۵۔

۱۰۔ ایضاً، ۲۵۷۔۲۵۸۔

۱۱۔ ایضاً، ۲۵۸۔۲۵۹۔

۱۲۔ ایضاً، ۲۶۱۔

۱۳۔ ایضاً، ۲۸۷۔

۱۴۔ ایضاً، ۳۴۲۔

۱۵۔ *Round Table,* March 1957, Quoted by S.M. Burke in *Pakistan's Foreign Policy: An Historical Analysis,* London, 1973, 304. Sayyid A.S.; Pirzada, *The Politics of Jamiat Ulema-i-Islam Pakistan: 1971-77*, Oxford University Press, 20

۱٦۔ *National Assembly of Pakistan Debates,* Vol. II, 1962, 21st November, 1962 to 8 December 1962, 1963, 255-256.

۱۷۔ ہفت روزہ ترجمان اسلام، لاہور، ۱۹ جون ۱۹۶۴ء، ۹۔

۱۸۔ ایضاً، ۱۷۔

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ ایضاً، ۲۸ مئی ۱۹۶۵ء، ۳۔

۲۱۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، ”قاہرہ کانفرنس اور مسئلہ کشمیر“، ایضاً، ۱۱ نومبر ۱۹۶۶ء، ۵۔

۲۲۔ ایضاً۔

۲۳۔ *National Assembly Debates,* 20 November, 1962, 256.

۲۴۔ Ibid., 257.

۲۵۔ *ترجمان اسلام*، ۱۰ ستمبر ۱۹۶۵ء، ۳۔

۲۶۔ *ایضاً*، ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء، ۳۔

۲۷۔ *ایضاً*، ۲۴ ستمبر ۱۹۶۵ء، ۱۔

۲۸۔ مکمل متن کے لئے دیکھیں *ترجمان اسلام*، ۱۱ فروری ۱۹۶۶ء، ۸۔

۲۹۔ *ایضاً*، ۱۸ فروری ۱۹۶۶ء، ۲۔

۳۰۔ *ایضاً*، ۸۔

۳۱۔ *ایضاً*، ۵ نومبر ۱۹۶۵ء، ۱۔

۳۲۔ Daily *Dawn*, Karachi, October 31, 1965.

۳۳۔ *ترجمانِ اسلام*، ۱۴ جنوری ۱۹۶۶ء، صفحہ ب۔

۳۴۔ *ایضاً*، ۱۷ مئی ۱۹۶۸ء، ۱۶۔

۳۵۔ *ایضاً*۔

۳۶۔ *ایضاً*، ۱۰ جنوری ۱۹۶۹ء، ۷۔۸۔

۳۷۔ *منشور کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام*، جمعیۃ علماء اسلام پبلی کیشن، لاہور، ت۔ن، ۵۳۔۵۴۔

۳۸۔ Natonal Assembly *Debates*,Vol. II, No. 2, 11th July 1972, 53-54.

۳۹۔ *ترجمان اسلام*، ۳ جولائی ۱۹۷۱ء، ۷۔

۴۰۔ مکمل متن کے لئے دیکھیں، *ایضاً*، ۱۱ مئی ۱۹۷۵ء، ۱۹۔

۴۱۔ *ایضاً*، ۸ جون ۱۹۷۳ء، ۷، ۱۲۔ ضمیمہ ''الف''۔

۴۲۔ *ایضاً*، ۱۸ فروری ۱۹۷۷ء، ۱۶۔

۴۳۔ ہفت روزہ *الجمعیۃ*، راولپنڈی، ۴ فروری ۱۹۷۷ء، ۷۔

۴۴۔ *ترجمان اسلام*، ۴ جنوری ۱۹۶۳ء، ۱۔

۴۵۔ *ایضاً*، ۸ نومبر ۱۹۶۳ء، ۱۔

۴۶۔ علماء اسلام مغربی پاکستان کی ملتان میں شاندار کنونشن اور اغراض و مقاصد مع قواعد و ضوابط جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان، جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان پبلی کیشن، لاہور، ت۔ن، ۳۱۔

۴۷۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کا دستور اساسی، جمعیۃ علماء اسلام پبلی کیشن، لاہور، ت۔ن، ۷۔

۴۸۔ ایضاً، ۸۔

۴۹۔ دستور اساسی کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام، کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام پبلی کیشن، ملتان، ت۔ن، ۷۔۸۔

۵۰۔ مثلاً مولانا امیر الزمان خان، ''تحریکِ آزادیٔ کشمیر اور جمعیۃ علماء آزاد جموں و کشمیر'' ترجمان اسلام، ۲۳ جولائی ۱۹۷۶ء، ۱۳۔۱۶۔۱۷۔ و ایضاً، ۳۰ جولائی ۱۹۷۶ء، ۱۹۔۲۱۔

۵۱۔ ایضاً، ۲۳ جولائی ۱۹۷۶ء، ۱۵۔ فہرست کے لئے دیکھیں ضمیمہ ''ب''۔

ضمیمہ ''الف''

مدیر ترجمانِ اسلام کے نام۔ صدر آزاد کشمیر کا مکتوب

مکرمی ومحترمی جناب مدیر صاحب!

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ!

مزاج گرامی؟

آج ہم ملکی وملی سطح پر جن سنگین مسائل سے دوچار ہیں وہ اس امر کے متقاضی ہیں کہ ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے قومی سطح پر غور وخوض کر کے کوئی متفقہ اور ٹھوس لائحہ عمل اختیار کیا جائے اور پھر اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی تمام اجتماعی اور انفرادی قوتوں اور وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔ صرف اس طرح ہم اس بہت بڑے چیلنج سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جو آج ہمیں ملکی وملی سطح پر درپیش ہے۔

اس وقت ہمیں قومی سطح پر جن سنگین مسائل کا سامنا ہے ان میں سے ایک انتہائی اہم مسئلہ کشمیر کا مسئلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ریاست جموں وکشمیر نظریاتی، تمدنی، جغرافیائی اور تاریخی ہر اعتبار سے پاکستان کا جزو لاینفک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک آزادی کشمیر اپنے پس منظر اور نصب العین کے اعتبار سے ابتداء ہی سے تحریک پاکستان کا ایک حصہ رہی ہے۔ پھر تقسیم برصغیر کے اصولوں کے مطابق غالب مسلم اکثریت کا علاقہ ہونے کی وجہ سے ریاست جموں وکشمیر کو پاکستان ہی کا ایک حصہ ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن بھارت نے ان تمام اصولوں اور کشمیری عوام کی خواہش اور کوشش کے بالکل علی الرغم کشمیر کے ہندو مہاراجہ کے ساتھ مل کر ایک بین الاقوامی سازش کے ذریعہ جس کا مقصد بالآخر مسلمانان برصغیر کا مکمل استیصال کر کے ایک عظیم برہمنی سامراج کا قیام تھا۔ ریاست کے ایک بڑے حصہ پر جابرانہ تسلط جما لیا۔ اور اب انتہائی عیاری اور پوری قوت کے ساتھ ریاست کے باقی ماندہ حصہ آزاد کشمیر کو بھی ہڑپ کرنے کے لئے بڑھ رہا ہے اور

اس کے لئے صرف فوجی اور سیاسی سطح پر ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی دباؤ ڈال رہا ہے۔ اس سلسلہ میں بھارتی سامراج کی سٹریٹجی ہندوؤں کی سیاسی بائبل ''ارتھ شاستر'' کے الفاظ میں یہ معلوم ہوتی ہے کہ ''جب تم اپنے دشمن کو مارنا چاہو تو اسے اپنا دوست بنالو۔ پھر جب تم اسے مارنے لگو تو اس سے بغلگیر ہو جاؤ، اور جب تم اسے مار چکو تو اس کی لاش پر آنسو بہاؤ''۔

جو لوگ پاکستان کے دفاعی امور پر نظر رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی آزاد کشمیر کی مخصوص جغرافیائی پوزیشن کو بھی جانتے ہیں انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آزاد کشمیر کو پاکستان کے دفاعی حصار کی حیثیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قائداعظم نے ریاست جموں وکشمیر کو پاکستان کی شہہ رگ قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ کوئی بھی باغیرت قوم اپنی شہہ رگ کو دشمن کے قبضہ میں نہیں رہنے دیتی ہے۔ ریاست جموں وکشمیر کی بھی جغرافیائی اور دفاعی اہمیت ہے جس کی وجہ سے بھارت اس کے ایک حصہ پر غاصبانہ تسلط کے بعد اب اپنی پوری قوت اور عیاری سے کام لے کر اس کے بقیہ حصہ آزاد کشمیر پر بھی قبضہ جمانے کے لئے کوشاں ہے اور اس خطہ کے ایک ایک انچ پر تسلط جمانے اور باقی رکھنے کے لئے اپنی پوری فوجی اور سیاسی قوت کو استعمال کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ پاکستان کے اس دفاعی حصار کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے لئے پاکستان کے مشرقی بازو کی طرح اس کے مغربی بازو پر بھی تسلط جما لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں رہے گا اور یوں اسلامیانِ برصغیر کی اس آخری پناہ گاہ ''مملکت خداداد پاکستان'' کو ختم کرنے کے بعد اس کے لئے اکھنڈ بھارت کی صورت میں ایک عظیم برہمنی ریاست کے قیام کے دیرینہ خواب کو شرمندۂ تعبیر بنانا آج آسان ہو جائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم بھارت کے ان توسیع پسندانہ عزائم اور اس کی مخصوص سٹریٹجی کو سمجھ کر اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے نہایت سنجیدگی سے غور وخوض کریں۔

یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ بدقسمتی سے پچھلی ایک مدت سے بعض حلقوں میں غالباً بھارتی اور عالمی سامراجی قوتوں کے پروپیگنڈہ کے باعث یہ تاثر پایا جا رہا ہے کہ کشمیر کا پاکستان سے اور تحریک آزادئ کشمیر کا تحریک پاکستان سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ کشمیر اپنے پس منظر، نصب العین اور اہمیت کے اعتبار سے صرف کشمیریوں ہی کا نہیں بلکہ پوری ملت پاک کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ تحریک آزادی کشمیر کے تحریک پاکستان ہی کا ایک حصہ ہونے کی وجہ سے مقبوضہ کشمیر کی آزادی اور پوری ریاست جموں وکشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے بغیر تحریک پاکستان کی تکمیل ناممکن ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اگر خدانخواستہ بھارت تحریک آزادی کشمیر کو کچل کر پوری ریاست جموں وکشمیر کو اپنے جارحانہ تسلط کا شکار بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں خود پاکستان کی بقاء اور سالمیت بھی خطرے میں پڑے بغیر نہیں رہ سکتی ہے۔

یہاں اس حقیقت کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بھارت کے جارحانہ عزائم کا ہدف صرف پاکستان ہی نہیں پورا عالم اسلام ہے اور اس کے اصل عزائم یہ ہیں کہ وہ اپنے گردو پیش مسلم ممالک پاکستان، افغانستان، ایران، انڈونیشیا وغیرہ پر قبضہ کر کے اپنے قدیم دیومالائی تصور کے مطابق دریائے جمعون سے جکارتہ تک ایک عظیم برہمنی سلطنت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اس اعتبار سے بھارتی جارحیت صرف پاکستان ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام کے لئے ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ یوں بھی مسئلہ کشمیر صرف کشمیریوں ہی کا نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا مسئلہ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسئلہ کشمیر اس وقت ایک انتہائی نازک اور سنگین صورت حال سے دوچار ہے۔ گذشتہ پاک بھارت جنگ کے نتائج نے بھارتی سامراج کے حوصلوں کو اس حد تک بڑھا دیا ہے کہ وہ انتہائی عیاری اور پوری قوت سے کام لے کر ریاست جموں وکشمیر کے بقیہ حصہ "آزاد کشمیر" پر بھی قبضہ کر کے تحریک آزادی کشمیر کو کچل دینے کی تیاری کر رہا ہے کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اگر پاکستان کو کچھ بھی مہلت مل گئی تو وہ ایک بار پھر اس کے جارحانہ عزائم کا سر کچلنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس لئے وہ پاکستان کو مزید مہلت دیئے بغیر اس کے خلاف ایک بار پھر جارحیت کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ اگر ملت پاک اس سلسلہ میں اپنے مؤقف کو متفقہ طور پر پوری قوت و یک جہتی کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھ دے تو یہ بات بھارتی جارحیت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے حکومت کے ہاتھ بھی مضبوط کرے گی اور اس سے عالمی رائے عامہ بھی بھارتی جارحیت کے خلاف پاکستان کے حق میں ہموار ہوگی۔ لیکن اگر اس وقت ملت پاک نے اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی کی اور اس کے نتیجہ میں خدانخواستہ بھارت اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل میں کامیاب ہو گیا تو یہ صرف تحریک آزادی کشمیر کے لئے ہی نہیں بلکہ خود پاکستان کی بقاء اور سالمیت کے لئے بھی انتہائی خطرناک ثابت ہوگا اور تاریخ ہماری اس کوتاہی کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

یہی احساس ہے جس کی وجہ سے آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر نے جو تحریک آزادی کشمیر کی نمائندہ حکومت ہونے کی وجہ سے ایک نظریاتی حکومت ہے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسئلہ کشمیر کی تازہ ترین صورت حال پر قومی سطح پر غور وخوض کرنے کی غرض سے آزاد کشمیر میں ایک آل پاکستان کشمیر کانفرنس منعقد کی جائے اور اس میں آزاد کشمیر اور پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے زعماء، ممتاز علمائے کرام اور ماہرین قانون، طالب علم رہنماؤں، صحافیوں، دانشوروں اور مزدور لیڈروں کو دعوت شرکت دی جائے۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ آزاد حکومت ریاست کشمیر و جموں نے مجوزہ کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ اور اعلان گذشتہ کئی ماہ سے کیا ہوا ہے اور اسے بہرصورت منعقد کرنے کے انتظامات تیزی سے کئے جا رہے ہیں

لیکن جس چیز نے مجوزہ کانفرنس کی اہمیت کو غیر معمولی بنا دیا ہے مقبوضہ کشمیر کی تازہ ترین سیاسی صورت حال ہے۔ جو اس اعتبار سے حد درجہ تشویشناک ہے کہ بھارت ایک بار پھر جبر وتشدد اور ترغیب وتحریص کے مختلف ہتھکنڈوں سے کام لے کر وہاں تحریک آزادی کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مقبوضہ کشمیر کی سیاسی صورت حال کے بارے میں تازہ ترین اطلاعات ہم سب کے لئے ایک لمحہ فکریہ مہیا کرتی ہیں۔

یہاں میں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم اس بات کو علیٰ وجہ البصیرت سمجھتے ہیں کہ جہاں پاکستان کی بقاء وسالمیت کا دارومدار بڑی حد تک مقبوضہ کشمیر کی آزادی اور پوری ریاست جموں وکشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق پر ہے وہاں تحریک آزادی کشمیر کی تکمیل کا تمام تر انحصار بھی پاکستان کی سالمیت اور استحکام پر ہے۔ اس لئے ہم اس بات کو پوری طرح سمجھتے ہیں کہ تحریک آزادی کشمیر کی تکمیل کے ساتھ ساتھ پاکستان کی بقاء وسالمیت کے سلسلہ میں بھی ہم کشمیری مسلمانوں پر انتہائی گراں بار ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جو ہمیں بہرصورت ادا کرنا ہوں گی اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مجوزہ آل پاکستان کشمیر کانفرنس اس راہ میں ایک اہم قدم ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ۔

ہماری خواہش ہے کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے سلسلے میں قومی سطح پر غور وخوض کے بعد اس مسئلہ کو بین الاسلامی اور پھر بین الاقوامی سطح پر بھی اٹھایا جائے۔ چنانچہ ہماری کوشش ہے کہ مجوزہ آل پاکستان کشمیر کانفرنس کے انعقاد کے بعد مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں ایک بین الاسلامی اور پھر اس کے بعد ایک بین الاقوامی کانفرنس بھی منعقد کی جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کے لئے ابتداً یہ ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں قومی سطح پر کوئی ٹھوس لائحہ عمل اختیار کر لیا جائے اور پھر اس کی روشنی میں مجوزہ بین الاسلامی اور بین الاقوامی کانفرنسوں کے انعقاد کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ مجوزہ آل پاکستان کشمیر کانفرنس کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں ممکنہ تعاون کے ذریعہ ایک اہم دینی وملی فریضہ کی ادائیگی فرماتے ہوئے شکریہ کا موقع بخشیں گے۔

والسلام!

مخلص (سردار عبدالقیوم خان)

(چیئرمین مرکزی کمیٹی آل پاکستان کشمیر کانفرنس)

صدر آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر مظفرآباد

ضمیمہ "ب"

جمیۃ علماء آزاد جموں وکشمیر کے عظیم رہنما میر واعظ حضرت مولانا محمد یوسف، امیر شریعت حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ کفل گڑھ، تحصیل باغ، حضرت مولانا غلام حیدر، پلندری، حضرت مولانا عبدالرحمٰن، عباس پور، حضرت مولانا عبداللہ سیاکھوی، میرپور، حضرت مولانا محمد رفیق، مظفرآباد، حضرت مولانا عالم دین، کفل گڑھ، باغ، استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی امیر عالم، کفل گڑھ، باغ، حضرت مولانا گل احمد، ملوٹ، باغ، حضرت مولانا بدیع الدین، تھب، باغ، حضرت مولانا عبدالغنی، جھڑ باغ، مولانا میاں فضل، جھڑ باغ، حضرت مولانا محمد دین بھٹی، باغ، مولانا محمد زمان، بنیالی، باغ، مولانا مفتی عبدالعزیز تھب، باغ، حضرت مولانا محمد نور، تھب، حضرت مولانا سید ثناءاللہ شاہ، باغ، مولانا محمد یوسف، شیخ الحدیث، دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری ممبر آزاد کشمیر اسمبلی وامیر جمعیت، مولانا عبدالعزیز، راولاکوٹ، حضرت مولانا محمد نذیر، منگ، پلندری، مولانا محمد اشرف، منگ، پلندری، شیخ الحدیث علامہ محمد شریف، پتن شیر خان، پلندری، حضرت مولانا فیروز الدین، پتن شیر خان، پلندری، حضرت مولانا سید شفیع اللہ، سرسیدن، باغ، حضرت مولانا خلیل الرحمٰن ٹاٹوی، حضرت مولانا عبدالحمید قاسمی، ہجیرہ، حضرت مولانا عبدالکریم شہید، پلندری، حضرت مولانا غلام حیدر جنڈالوی، حضرت مولانا میر عالم، ہورنا میرا، حضرت مولانا غلام رسل، باغ، حضرت مولانا سرفراز خان، ملوٹ، باغ، حضرت مولانا فیض رسول، باغ، حضرت مولانا عبدالجلیل، مظفرآباد، حضرت مولانا فضل کریم، مظفرآباد، حضرت مولانا عبدالقادر، چھتر کلاس، مظفرآباد، حضرت مولانا مفتی نذیر حسین، مظفرآباد، حضرت مولانا عبدالصبور، مظفرآباد، حضرت مولانا محمد اسرائیل، کھیتہ پیراں، مظفرآباد، حضرت مولانا محمد خاقان، کسیال شریف، کنڈل شاہی، مظفرآباد، حضرت مولانا فضل احمد جورہ، مظفرآباد، حضرت مولانا عبدالرحمٰن، باڑیاں، مظفرآباد، حضرت مولانا عبدالکریم، میرپور، حضرت مولانا غلام محمد، بھمبھر، میرپور، حضرت مولانا اللہ داد، میرپور، حضرت مولانا بقا محمد، کوٹلی، میرپور اور حضرت مولانا محمد یوسف میرپور۔